المنہل ریسرچ جرنل
AL-MANHAL Research Journal
Publisher: Institute of Dialog and Research, Islamabad
E-ISSN 2708-2566 P-ISSN2708-8786
Vol.02, Issue 03 (July-September) 2022
HEC Category "Y"
https://almanhal.org.pk/ojs3303/index.php/journal/index

Title Detail

Urdu/Arabic: مسلم دور حکمرانی میں انٹیلی جنس کا نظام: دور حاضر کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ

English: **Intelligence System during Muslim Rule: A Research Study in Contemporary Perspectives**

Author Detail

1. Dr. Waleed Khan
Lecturer, Institute of Arabic & Islamic Studies
GC Women University Sialkot
Email: waleedkhan764110.wk@gmail.com
2. Dr. Kashif Mahmood
Email: kahish@gmail.com

Citation:

Dr. Waleed Khan, and Dr. Kashif Mahmood. 2022. "Intelligence System During Muslim Rule: A Research Study in Contemporary Perspectives". Al Manhal Research Journal 2 (2).
https://almanhal.org.pk/ojs3303/index.php/journal/article/view/20.

Copyright Notice:
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 3.0 License.

مسلم دور حکمرانی میں انٹیلی جنس کا نظام: دور حاضر کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ

Intelligence System during Muslim Rule: A Research Study in Contemporary Perspectives

Dr. Waleed Khan
Lecturer, Institute of Arabic & Islamic Studies
GC Women University Sialkot
Email: waleedkhan764110.wk@gmail.com
Dr. Kashif Mahmood
Email: kahish@gmail.com

ABSTRACT
Intelligence system plays a vital role in the state security. This article is aimed at pointing out the modern intelligence methods in the light of Islamic perspective. From the history of Islam especially from the Era of the Holy Prophet (PBUH), regimes of the right guided Caliphs and successor Muslim states Intelligence system of Muslim states has been elaborated in detail. In the Holy Quran and Seerah of the Holy Prophet there are various guidelines to establish a successful intelligence system which is aligned with Islamic Shariah. The article presents the gradual evolution of intelligence system of Islam and provides insight into contemporary needs and prospect developments in the field. The method of research is narrative, analytical and applied. Basic sources as well as secondary sources are used to investigate into the subject matter. In the nut shell, the present article elaborates a composite scenario of the role of Intelligence system in Muslim rule.
Key Words: Islamic Intelligence, Information Technology, State system, Contemporary society, Defense Tactics

موضوع کا تعارف:

استخبارات / جاسوسی / سراغ رسانی خفیہ علوم میں سے ایک ہے۔ سراغ رسانی درست اور تصدیق شدہ معلومات کا نام ہے جو عام طور پر بغیر محنت اور کوشش کے بغیر حاصل کرنا ناممکن ہے۔ یہ ایک ایسا علم ہے جس کا تعلق امن اور جنگ دونوں حالات سے ہے۔ ہر ملک کو اندرونی امن کے حصول اور بیرونی خطرات سے بچاؤ کے لیے سے قبل از وقت معتبر آگاہی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو زندگی کے ہر گوشے کے لئے رہنمائی میسر کرتا ہے۔ قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنے سے جہاں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے اصولوں کا پتہ چلتا ہے، وہیں ملکی نشیب و فراز سے نبرد آزما ہونے کی رہنمائی بھی ملتی ہے۔ اجتماعی زندگی میں ایک مسلم ریاست کا قیام اور اس کا استحکام بھی اسلامی تعلیمات کا ایک اہم حصہ ہے۔ عہد رسالت میں ہی ہمیں اسلامی ریاست کے قیام و بقا کے لئے مختلف غزوات و سرایا کا سراغ ملتا ہے۔ ان تمام مہمات کے دوران دشمنان اسلام کی سراغ رسانی کا ایک مکمل نظام موجود تھا۔ آپ ﷺ کے ہر غزوہ / سرایہ میں سراغ رسانوں نے نہایت خوش اسلوبی اور مہارت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے۔ جس کے باعث لڑائی کے لیے بہترین منصوبہ بندی، ترتیب اور اسلامی لشکروں کی کامیاب نقل و حرکت ممکن ہوتی تھی جنگ بدر میں بھی آپ ﷺ کی اطلاعات کا انتظام مکمل تھا دشمن کی ہر حرکت کی خبریں آپ ﷺ کو مل رہی تھیں اور جنگ کے دوران آپ ﷺ کے منتخب کردہ سراغ رساں انتہائی پھرتی کے ساتھ پیغام رسانی کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اہل مکہ ہی کا خام نظام سراغ رسانی / جاسوسی ورثے میں پایا تھا، اگرچہ اس دور اور اس سے ماقبل کے روم، فارس، ہند و چین کے علاقوں میں منظم اور مضبط نظام ہائے سراغ رسانی معرض وجود میں آچکے تھے۔ سراغ رسانی امور پر فلسفیانہ بحث و مباحثے بھی کیے جاچکے تھے لیکن جزیرہ نمائے عرب میں یہ شعبہ حرب و ضرب ابھی تک اپنی ابتدائی اور خام شکل میں تھا اور یہی وہ وراثت تھی جو آپ ﷺ کو اپنے آباء و اجداد سے ملی تھی۔

انٹیلی جنس / سراغ رسانی کی تعریفات:

انٹیلی جنس کو عربی زبان میں تجسس اور استخبار کہا جاتا ہے مختلف محققین نے درج ذیل تعریفیں کی ہیں:

"تجسس کا مادہ "الجس" ہے جس کے معنی ہیں ہاتھ سے چھونا"[1]

"تلاش کرنا، جستجو کرنا"[2]

"تفتیش کرنا"[3]

انٹیلی جنس اور قرآن:

قرآن پاک میں انٹیلی جنس اور جنگی حکمت عملی کے بارے میں مختلف مقامات پر حکم ہے۔ مثال کے طور حکم ربانی ہے:

''وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً۔''

اور مشرکین کے ساتھ الکافۃ (Complete War) لڑو جیسے وہ تمہارے ساتھ الکافۃ (Total War) لڑتے ہیں۔ الکافۃ میں جنگی حکمت علمی بشمول سراغ رسانی بھی شامل ہے۔

انٹیلی جنس کا نظام عہد نبوی ﷺ میں

حضرت محمد ﷺ کی ذات ہمارے لئے نمونہ ہے۔ زندگی کا کوئی گوشہ ہو حضور ﷺ کی ہدایات اور رہنمائی موجود ہے۔ آپ ﷺ کی اسوہ حسنہ روشنی کا ایک مینار ہے جس سے ہم روشنی اخذ کرسکتے ہیں۔ فن حرب میں بھی ہمیں کسی اور کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں، رحمت عالم ﷺ نے ایک جرنیل کی بھرپور زندگی گزاری ہے۔ جس کی بناپر آپ ﷺ کو دنیا کا سب سے بڑا جرنیل قرار دیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے اٹھائیس غزوات کی قیادت خود فرمائی اور بیسیوں جنگیں آپ ﷺ کی ہدایت پر لڑی گئیں۔ آپ ﷺ نے حربی سراغ رسانی کے جو نقش چھوڑے وہ ہمارے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی روشنی میں ہم اپنے انٹیلی جنس کے نظام کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھال سکتے ہیں۔ سراغ رسانوں سے مدد لینے کی اہمیت کا اندازہ ابن سعد کی مندرجہ ذیل عبارت سے لگایا جاسکتا ہے:

"حضور ﷺ کی نظر میں سراغ رسانوں کی بڑی اہمیت تھی۔ آپ ﷺ نے سراغ رسانوں سے مدد لینے کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھا رسالت مآب ﷺ اپنے تمام سالاروں کو روانہ فرماتے وقت ہمیشہ تفصیل سے احکامات دیتے اور یوں تاکید فرماتے:

1) محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو پیش نظر رکھیں۔

2) وہ صرف غیر معروف راستوں سے سفر کریں۔ اور راہبروں کی خدمات بھی ضرور حاصل کریں۔

3) دشمن کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کیلئے سراغ رسانوں کی خدمات بھی حاصل کریں، تاکہ ان کی فراہم کردہ اطلاعات کی روشنی میں ان کو دشمن کے مقابلے میں ممکنہ جوابی اقدامات کرنے میں آسانی ہو"(4)

درحقیقت رسول ﷺ کی حکمت عملی اس سلسلے میں تین شعبوں پر مشتمل تھی۔(5)

اول۔ اپنے راز کا اخفاء

دوم- دشمن کے متعلق اخبار واطلاعات

سوئم۔ عوام کے حالات کے متعلق آگاہی۔

تا کہ مظلوموں، محتاجوں اور بے کسوں کی دادرسی کی جا سکے اور عوام کی فلاح کا مکمل اہتمام کیا جائے تا کہ دشمن ان کی غربت، مظلومی اور بے بسی سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ حربی سراغ رسانی، جنگی حکمت عملی کا ایک موثر ترین ہتھیار ہے جو تاریخ کے تمام ادوار میں فنون حرب میں سر فہرست نظر آتا ہے۔ رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ایک مخصوص حربی سراغ رسانی کے بانی ہیں جو ہمارے لئے روشنی کا ایک مینار ہے۔ (6)

غزوات وسرایا میں سراغ رسانی کے ذرائع

1۔ وحی علم اللہ تعالی کا نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو مطلع کرنا

2۔ سرایا

الف۔ تجارتی قافلوں سے حاصل شدہ معلومات

ب۔ جغرافیائی علم جنگ کی منصوبہ بندی

ت۔ دوسری زبانوں کا علم حاصل کرنے کی ہدایت

3۔ غیر مسلم، نو مسلم کا اپنے ایمان کا اظہار کئے بغیر، سراغ رسانی کرنا۔

4۔ جنگوں میں تیز رفتار سانڈنی سواروں کا خبریں حاصل کرنے کے لیے گشت کرنا

5۔ مدینہ کے ارد گرد صحابہ رضی اللہ عنہم کا چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں علاقہ سے متعارف ہونے اور خبروں کے حصول کے لیے بھیجنا۔

6۔ اکیلے صحابی رضی اللہ عنہ کو سراغ رسانی کے لیے بھیجنا

7۔ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا تفتیش کے ذریعے دشمن کے حالات سے آگاہی۔

8۔ دارالحرب میں موجود غیر اعلانیہ مسلموں سے دشمن کے ارادوں سے ناخبر ہونا۔

9۔ رحمت عالم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ذاتی فہم وفراست سے حالات کا دشمن سے پہلے پتہ لگانا اور قبل از وقت اقدام کرنا۔

10۔ اپنے راز کی دشمن سے حفاظت۔

11۔ غلط معلومات سے دشمن کو بھٹکانا (7)

غیر مسلموں کی سراغ رسانی کرنے والا حالت جہاد میں ہوتا ہے۔ نظام سراغ رسانی کے لیے افراد کا تعین یا انتخاب اسلامی نقطہ نظر نہ صرف جائز ہے بلکہ رسول اکرم ﷺ نے ایسے افراد کو خوشخبریاں سنائی ہیں۔ یقیناً یہ کام اللہ کے رسول کے نزدیک انتہائی اہمیت والا تھا۔ اس لئے رسول اکرم ﷺ نے درج ذیل حدیث میں ایک صحابی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنا حواری قرار دیا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

"محمد بن منکدر نے جابر بن عبد اللہ سے سنا وہ کہتے تھے آپ ﷺ نے لوگوں سے چاہا کہ بنی قریظہ کی خبر لائیں صدقہ نے کہا میں سمجھتا ہوں یہ خندق کے دن کا ذکر ہے تو زبیر رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے خبر لانے کا ذمہ لیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہی درخواست کی زبیر مستعد ہو گئے پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے یہی درخواست کی زبیر مستعد ہو گئے تب آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو ہر پیغمبر کا سچا مددگار حواری ہوتا ہے میرا مددگار زبیر بن عوام ہے۔"(8)

اس حدیث پاک کی رو سے بھی سراغ رسانی کا کام ایک باسعادت کام ہے اگر وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی بجا آوری کے لیے انجام دیا جائے۔ ایک کامیاب نظام سراغ رسانی میں سب اہم ذمہ داری اپنے قومی رازوں کو دشمن سے چھپانا ہوتا ہے اپنے رازوں کی حفاظت کئے بغیر دشمن کے ضرر سے کبھی بھی نہیں بچا جا سکتا۔ اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عبد اللہ بن کعب اپنے باپ کعب کو کھینچ کر چلایا کرتے تھے جب وہ اندھے ہو گئے تھے وہ کہتے تھے میں نے اپنے باپ کعب مالک سے سنا جب وہ غزوہ تبوک آپ ﷺ کے پیچھے رہ گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جہاد کا قصد فرماتے تو دوسرا مقام بیان کرتے۔"(9)

نبی کریم ﷺ کا مکی دور اور سراغ رسانی

مکی دور استخبارات کا اقدامی دور نہیں تھا۔ یہ مشن اور افراد جماعت کی بقا کے لیے کوشش و کاوش کا دور تھا۔ آپ ﷺ کے سامنے دو بڑے مسائل تھے، اول اپنے مشن کی کامیابی اور کفار مکہ کی معاندانہ کارروائیوں کا توڑ اور ثانیاً اپنے مشن کا تحفظ اہل ستم کی ستم رانیوں کا مقابلہ حکمت کا متقاضی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو قولاً اور عملاً اظہار اسلام سے منع کر دیا۔ آپ ﷺ خفیہ طریقے سے ان کو جمع کرتے۔ کیونکہ کھلم کھلا اکٹھے ہونے میں اس بات کا واضح خطرہ تھا کہ کفار مکہ آپ ﷺ کی تعلیم و تبلیغ میں رخنہ اندازی کرتے۔ اس طرح فریقین کے

درمیان تصادم یقینی ہوتا۔ ایسا اگر ایک بار ہو جاتا تو معاملہ بگڑ جاتا اور مسلمانوں کی اس مختصر سی جماعت کے خاتمے پر منتج ہوتا۔

لہذا حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ مشن اور متبعین ہر دو کے تحفظ کے لیے پس پردہ رہ کر کام کیا جاتا۔ چنانچہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام اپنی نماز تبلیغ اور دیگر اجتماعات انتہائی خفیہ رکھتے تھے اور اس مقصد کے لیے دارارقم میں جمع ہوتے۔(10)

آپ ﷺ نے جہاں تبلیغی سرگرمیوں کو خفیہ طریقے پر سرانجام دینا شروع کیا وہاں مسلمانوں کے اندر جہد للبقاء کا جذبہ بھی بیدار ہونا شروع ہو گیا۔ ایک قلیل اور کمزور جماعت کے افراد جو نہ صرف یہ کہ حق پر تھے بلکہ وہ حق کو دوسروں تک پہنچانا بھی اپنا فریضہ سمجھتے تھے۔ ظالم اور طاقتور معاشرے میں جس کی رگ رگ میں کفر وعدوان رچا بسا تھا اور جو حق پرستوں کی اس قلیل جماعت کو صفحہ ہستی سے نابود کرنا چاہتا تھا کے خلاف اپنے افراد جماعت اور اپنے مشن کے تحفظ کے لیے ایک دوسرے کے مدد گار اور معاون بن گئے۔ یہ جذبہ اجتماعیت ان کو ہر وقت چوکنا رکھتا اور وہ کفار مکہ کے مخالفانہ منصوبوں، مشوروں اور تیاریوں کی سن کن لیتے اور پھر حضور ﷺ تک یہ اطلاعات پہنچاتے۔ آپ ﷺ صورت حال کے مطابق حفاظتی بندوبست صادر فرماتے۔ یہ کوئی منظم استخباراتی کاوشیں نہ تھیں بلکہ معاشرتی رویوں کا قدرتی رد عمل تھا۔

آپ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کے تحفظ کے لیے ایک اور قدم اٹھایا اور ان کو ہجرت حبشہ کے لیے آمادہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہاں کی بادشاہت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ وہ سرزمین صداقت کا مرجع تھی۔ اصلاح احوال تک آپ ﷺ نے مسلمانوں کو وہیں چلے جانے کا حکم دیا۔(11) مشن کی سلامتی اور اس کی تکمیل کے لیے جب تک خداوند تعالی نے چاہا آپ ﷺ نے خود مکہ میں ہی رہنے کا ارادہ فرمایا۔ آپ ﷺ کی خاندانی وجاہت اور سردار بنو ہاشم حضرت ابو طالب کی امداد واعانت کی وجہ سے آپ ﷺ کو ان مشکلات کا سامنا نہ تھا جو دیگر مسلمانوں کو درپیش تھیں۔ آپ ﷺ نے مکہ معظمہ میں رہتے ہوئے تبلیغ و تلقین کو جاری رکھا۔ آپ ﷺ نے ان حالات میں کسی اچانک افتاد سے بچنے کے لیے کفار مکہ کے اندر کچھ ایسے افراد کا انتخاب کر رکھا تھا جو آپ ﷺ کو کفار مکہ کے ارادوں کے بارے میں قبل از وقت آگاہ کر دیتے تھے۔ ان میں سے ایک عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب تھے۔ یہ مکہ کی شہری کونسل کے رکن تھے۔ یہ اعلی طبقے میں ہونے والے فیصلوں کے بارے میں آپ ﷺ کو آگاہ کیا کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ کے تجارتی حلقوں اور بازار میں ہونے والی پیش رفت کے بارے میں

آپ ﷺ کو مکہ کا ایک مسلمان زرگر آگاہ کر دیا کرتا تھا۔ ان دونوں حضرات کو حضور ﷺ نے اپنے اسلام کو خفیہ رکھنے کی ہدایت کر رکھی تھی۔ یہ دونوں حضرات ہجرت نبوی سے لے کر فتح مکہ تک یہی فریضہ انجام دیتے رہے اور حضور ﷺ کو اہل مکہ کے فیصلوں، متوقع کاروائیوں اور ارادوں کے بارے میں بروقت اطلاع دے دیا کرتے تھے۔(12)

بیعت عقبہ

آپ ﷺ جب تک مکہ معظمہ میں مقیم رہے آپ ﷺ ہر سال حج کے موقع پر قبائل کو دعوت قبول کرنے کے ساتھ مسلمانوں کی حفاظت اور ان کے لے ایک محفوظ مستقر کا بھی مطالبہ کرتے تھے تاکہ رب کے پیغام کی ترویج کا مشن مکمل کیا جا سکے۔ عرب کے قبائل قریش مکہ کی سطوت اور جبروت کے مقابلے میں آپ ﷺ سے کنارہ کشی کر جاتے۔ بھلا تمام خشک و تر کے ساتھ دشمنی کون مول لیتا۔ وہ بھی وعدہ فردا پر۔ اسی طرح ایک موقع پر آپ ﷺ نے اہل یثرب کے ایک قافلے کو دعوت دی۔ یہ کل آٹھ افراد تھے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ کی دعوت قبول کر لی بلکہ مدینہ میں تبلیغ و تلقین کا بیڑہ بھی اٹھالیا۔ یہ تمام حضرات بنی خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ اگلے سال بارہ آدمیوں نے دعوت اسلام پر لبیک کہا۔ حضور ﷺ نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کو معلم بنا کر ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کی ذمہ داری میں نہ صرف یہ کہ تبلیغ و تلقین کرنا تھا بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو مدینہ کے اندرونی حالات، وہاں کی گروہی کیفیت، مسلمانوں کی ہجرت کے لیے ماحول کی سازگاری اور دیگر اسی قسم کے امور سے بھی آگاہ کرنا تھا۔(13) بیعت عقبی اولی کے بعد جب یہ بارہ مسلمان مدینہ واپس گئے تو اپنی قوم میں مخفی اور مسلسل دعوت و تبلیغ کرتے رہے۔ نتیجتاً کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں ایک یا دو مسلمان نہ ہو گئے ہوں۔ ان لوگوں کے ساتھ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر بھیجے گئے تھے انہوں نے بڑی محنت اور رازداری کے ساتھ دعوت اور تبلیغ کا کام سرانجام دیا۔(14) ایک سال بعد اہل مدینہ سے ستر دسعید روحیں پانصد دیگر مدنیوں کے ساتھ حج پر آئیں اور آپ ﷺ سے بڑی رازداری کے ساتھ خفیہ ملاقات کے لیے جگہ اور وقت کا تعین کیا۔ آپ ﷺ کا مقصد اولی مشن کی حفاظت اور ان مسلمانوں کی خیریت اور تحفظ تھا جو آپ ﷺ کے ساتھ ملاقات کرنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ ان کو کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔ لہذا آپ ﷺ نے رازداری پر زور دیا۔ رات کی تاریکی، دور دراز

مقام اور رات کے پچھلے پہر کو ملاقات کے لیے وقف کرنے کے پیچھے یہی راز مضمر نظر آتا تھا۔[15] اس کے علاوہ بھی نبی کریم ﷺ نے مزید احتیاط برتی۔

مزید احتیاط کے لیے آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ نہ تو وہ کسی سونے والے کو بیدار کریں گے نہ ہی کسی غیر حاضر کا انتظار کریں گے۔ رات کو جب سکون طاری ہو گیا تو ستر آدمیوں کی جماعت دو دو کر کے روانہ ہوئی۔ رسول ﷺ ان لوگوں سے پہلے ہی مقام موعودہ پر پہنچ گئے تھے۔ جب آپ ﷺ کے پاس آئے ہیں لہذا میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ چلتا ہوں کیونکہ میں اہل یثرب جو بخوبی جانتا ہوں۔[16] آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابن عبد المطلب کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب بھی تھے۔ سب سے پہلے جو مدنی مسلمان پہنچے، وہ رافع بن مالک الزرقی تھے۔ پھر اور ستر لوگ بھی پہنچ گئے۔ ہمراہ دو عورتیں بھی تھیں۔ ان میں ایک نسیبہ رضی اللہ عنہ ام عمارہ تھیں۔[17] چونکہ مکہ میں اسلام اور مسلمانوں پر بہت ہی زیادہ کڑا وقت تھا۔ ابھی تک اذن جہاد بھی نہیں ملا تھا۔ مدینہ میں تحریک اسلامی کی تازہ اور دل خوش کن کونپل پھوٹی تھی۔ اسے سرد و گرم سے بچانا ضروری تھا۔ آپ ﷺ کے مشن کے تحفظ کے لیے مدنی مسلمانوں کی بقاء اور بخیریت مدینہ واپسی انتہائی اہم تھی۔ لہذا آپ ﷺ نے درے کے دونوں اطراف پر پہرے داروں کا بندوبست فرمادیا۔ ابتدا آپ ﷺ نے قرآن پاک کی تلاوت کی اور پھر دعوت اسلام دی۔ اسلام کے لیے ترغیب اور اس مقصد کو کھول کر بیان فرمایا جس کے لیے لوگ وہاں جمع ہوئے تھے بحث و تمحیص شروع ہوئی تو کچھ آوازیں بلند ہونی شروع ہوئیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابن عبد المطلب نے کہا کہ اپنی آوازیں پست رکھو۔ کیونکہ ان پر جاسوس لگے ہوئے تھے۔ الغرض تمام ستر افراد کے علاوہ دونوں خواتین نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی[18] 621ء میں آنے والے بارہ آدمیوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت النساء کی تھی۔ جس میں پناہ دینے والے اس بات کا حلف اٹھاتے ہیں کہ وہ پناہ گزینوں کی حفاظت اس طرح کریں گے جس طرح وہ اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہیں[19] 622ء میں آنے والے بہتر مردوں اور دونوں عورتوں نے بھی بیعت النساء کی۔ اس کے بعد حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے مجھ سے بیعت النساء کی ہے کہ اگر میں خطرے میں پڑ جاؤں تو آپ میری جانب سے مدافعت کریں گے۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ ایسی صورت حال پیش آجائے کہ میں اسلام کی بقاء اور اس کی افزائش کے لیے آگے بڑھ کر جنگ کرنے پر مجبور ہو جاؤں۔ تو کیا آپ لوگ خدا کی راہ میں جنگ کرنے پر تیار ہیں۔ کیا آپ لوگ میرے ہاتھ پر بیعت حرب بھی کرنے کو تیار ہیں؟

بیعت النساء مدافعاتی جنگ کے لیے ہوتی ہیں اور بیعت الحرب حملہ اور مدافعت دونوں کے لیے ہوتی ہے۔ مدینہ کے مسلمان اس پر بھی تیار ہو گئے اور پھر سب نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت الحرب کی۔ بیعت الحرب کرنے والوں میں وہی بہتر مرد اور عورتیں تھیں۔[20] آپ ﷺ نے اپنے تمام ساتھیوں کو اپنی اپنی قیام گاہوں میں چلے جانے کا حکم دیا کیونکہ راز فاش ہو جانے کی صورت میں قریش مکہ ان لوگوں کو جینا حرام کر دیتے اگرچہ مدنی مسلمان لڑائی کے لیے بھی تیار تھے لیکن حضور کے منع کرنے پر باز آ گئے۔[21]

ہجرت مدینہ

ہجرت نبوی ﷺ قریش مکہ کی ظالمانہ رویے سے کوئی فرار نہیں تھا۔ بلکہ اس کے پیچھے حضور ﷺ کی دو سال کی منصوبہ بندی، غور و غوض اور حالات کا استخباراتی تجزیہ تھا جس نے یہ فیصلہ کرنے میں حضور ﷺ کی معاونت کی۔ مکہ آپ ﷺ کے مشن کی تکمیل میں رکاوٹ بن رہا تھا اور مدینہ کے حالات اتنے ساز گار ہو گئے تھے کہ وہاں جا کر اسلامی تحریک کو منظم کر کے آگے بڑھایا جا سکتا تھا۔[22] بیعت عقبی ثانی کے بعد ہجرت کرنے کے فیصلے میں تاخیر کی بڑی وجہ یہ تھی کی بیعت عقبی اولی میں صرف بنو خزرج نے آپ ﷺ سے بیعت النساء کی تھی آپ ﷺ اوس کے ارادوں سے ابھی تک ناواقف تھے۔ جب تک آپ ﷺ کو بنی اوس کی رائے معلوم نہ ہو جاتی آپ ﷺ مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کرنا چاہتا تھے۔ لہذا بیعت عقبی ثانی میں اوس کے نمائندوں کی شرکت اور ان کی بیعت الحرب نے آپ ﷺ کو حتمی فیصلے کے نزدیک پہنچا دیا۔[23] یہ تو بیعت عقبہ اولی سے قبل کی بات ہو گئی۔ بیعت عقبی اولی کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بارے میں غور و فکر کرنا شروع کر دیا تھا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کو جہاں نئے مدنی مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ وہاں انہیں اس بات کا بھی مکلف ٹھہرایا گیا تھا کہ وہ مدینے کے بارے میں تفصیلی حالات حضور نبی کریم ﷺ کو روانہ کریں تا کہ آپ ﷺ مستقبل کا لائحہ عمل ترتیب دے سکیں۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کی طرف سے مسرور کن اطلاعات، مسلمانوں کی آبادکاری، اسلام کے پھیلاؤ اور وہاں کے حالات کی مکمل ساز گاری نے آپ ﷺ کو مدینہ ہجرت کرنے کے بارے میں اور وہاں جا کر اسلام کی ترویج اور اشاعت کرنے کے فیصلے کو حتمی شکل دینے میں بڑی حد تک مدد دی۔[24] آپ کے سامنے دیگر مسائل ہجرت کے علاوہ ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ اتنی بڑی تعداد میں مسلمانوں کی مدینہ ہجرت سے اہل مدینہ اور خود مہاجرین کے لیے جو معاشی مسائل پیدا ہوں گے ان کا کیا حل ہونا چاہیے۔ نیز یہ سوال بھی آپ ﷺ کے ذہین میں ضرور آیا ہو گا۔[25] اس کا

جواب درج ذیل ہے۔ اہل مکہ پورے عرب میں ایک معاشی، سیاسی اور فوجی قوت کا نام تھا۔ اہل مدینہ جن سے تازہ تازہ تعلق جڑا تھا کہاں تک اس طاقت سے ٹکرانے کی ہمت رکھتے تھے؟ آپ ﷺ خود پہلے مدینے تشریف کیوں نہیں لے کر گئے۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔ اولا ایک قائد ہونے کے ناطے آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ کے تمام ساتھی آپ ﷺ کے جانے سے قبل ایک محفوظ مستقر میں پہنچ جائیں اور آپ ﷺ اس وقت تک پر خطر مقام پر ہی رہیں جب تک آپ ﷺ کے تمام ساتھی محفوظ مقام پر نہیں پہنچ جاتے۔ آپ ﷺ کو مکہ میں رہ کر مجبور اور لاچار مسلمانوں کو مکہ سے نکلنے میں تعاون کرنا تھا۔ آپ ﷺ جانے سے قبل اس بات کا اہتمام بھی چاہتے تھے کہ مدینہ میں ایک مضبوط، قابل اعتماد اور ہر لحاظ سے آزمائے ہوئے افراد کی جماعت موجود ہو۔ تاکہ کسی ناگہانی افتاد کی صورت میں وہ معاون اور مددگار ثابت ہوں۔[26] اور اس سب سے بڑھ کر آپ ﷺ اللہ تبارک وتعالی کے فرستادے اور پیغمبر برحق تھے۔ آپ ﷺ اذن خداوندی کے بغیر اپنا مستقر تبدیل نہیں کر سکتے تھے اور آپ ﷺ کو اللہ تبارک و تعالی کے احکامات کا انتظار تھا۔ استخباراتی نقطہ نظر سے ہجرت مدینہ ایک کامیاب مدافعتی استخباراتی آپریشن بھی تھا۔ جس کی کامیابی نے کفار مکہ کو آتش زیر پا کر دیا تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ ﷺ رات کے مخصوص حصے میں اٹھ کر بیت اللہ شریف میں اللہ تعالی کی بندگی کرنے جاتے تھے۔ کفار مکہ چونکہ آپ ﷺ کی نقل و حرکت پر گہری نظر رکھی ہوئی تھی۔ انہیں آپ ﷺ کے معمولات زندگی میں آپ ﷺ پر حملہ کر کے آپ ﷺ کو ختم کرنے کے لیے یہ وقت انتہائی موزوں نظر آیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو شہید کرنے کے لیے اسی وقت کو منتخب کیا، مقررہ رات کو آپ ﷺ کے گھر کو گھیرے میں لے لیا گیا۔ ابو جہل اس آپریشن کا سردار تھا۔[27]

آپ ﷺ حکم خداوندی کے تحت آدھی رات وقت گھر سے نکلے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی بستر پر سونے کے لیے کہا تاکہ کفار مکہ اس دھوکے میں رہیں کہ آپ ﷺ اپنے گھر میں ہی محو استراحت ہیں۔ آپ گھر سے نکل کر سیدھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں سے یہ دونوں حضرات منصوبے کے مطابق غار ثور میں چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں چھوڑنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کفار مکہ کی امانتیں جو آپ ﷺ کے پاس تھیں وہ انہوں نے لوٹا کر مدینہ چلے آنا تھا۔[28]

غار ثور میں قیام کے عرصے میں قریش مکہ آپ ﷺ کو تلاش کرتے رہے اور اسی تگ و دو کے دوران غار کے دہانے تک پہنچ گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پریشانی لاحق ہو گئی۔ قرآن مجید فرقان حمید میں آپ

ﷺ اور آپ ﷺ کے رفیق سفر کے غار ثور میں روکنا اور کفار مکہ کا آپ ﷺ کے تعاقب میں وہاں پہنچ جانے کا ذکر کچھ اس طرح ملتا ہے:

"تم تو اگر نبی کی مدد نہ کی تو کچھ پروا نہیں۔ اللہ اس کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا۔ جب وہ صرف دو میں کا دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے "غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس وقت اللہ نے ان پر اپنی طرف سے سکون قلب نازل کیا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کافروں کو بول نیچا کر دیا۔ اور اللہ کو بول تو اونچا ہی ہے اور اللہ زبردست دانا اور بینا ہے۔(29)

تین شبانہ روز قیام کے بعد جب کفار مکہ کی کارروائیاں ماند پڑ گئیں اور اہل مکہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئے۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی غار ثور سے نکل کر مدینہ روانہ ہو گئے۔ دونوں اونٹنیاں اور حضرت عبد اللہ ابن اریقط وقت مقرر پر غار کے نزدیک پہنچ گئے۔ یہ قافلہ تحفظ کی خاطر جان بوجھ کر غیر معروف راستے کو اختیار کرتا عازم مدینہ ہوا، کیوں کہ معروف راستے پر کفار مکہ اور انعام کے لالچی مہم جوں سے مڈبھیڑ ہو جانے کا خطرہ تھا اور آپ ﷺ ایسا نہیں چاہتے تھے۔(30)

قریش کا آخری منصوبہ بھی خاک میں مل گیا۔ جو ان کے سروں پر پڑی تھی۔ مکی زندگی ختم ہو گئی اس زندگی میں جو کچھ دکھانا تھا، جن باتوں کا تجربہ کرنا تھا۔ جس کو گواہیاں مہیا کرنی تھیں، سب کام پورا ہو گیا۔ بڑے سکون، بڑے صبر، انتہائی ثبات اور کامل استقامت سے پورا ہوا"۔(31)

دشمنوں کے تعاقب اور اس بات کی فکر کہ راستے میں حائل قبائل تکلیف نہ پہنچائیں، رسول اللہ ﷺ ایسے راستے سے سفر کرتے رہے جو معروف راستوں سے ہٹ کر اور ان سے کسی قدر مختلف تھا۔ اس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ پیچھا کرنے والوں کو سراغ نہ مل سکے اور دن کے وقت زیادہ سے زیادہ سفر کیا جا سکے۔

مدنی دور اور سراغ رسانی

مدینہ آنے کے بعد آپ ﷺ نے یہاں کا استخباراتی تجزیہ کیا جو بڑے بڑے مسائل آپ ﷺ کے سامنے منہ کھولے کھڑے تھے، ان کا تعین کیا اور پھر ان مسائل سے نمٹنے کے لیے ایک واضح اور قابل عمل حکمت عملی وضع کی۔ مسائل اور ان کے حل کی تفصیل اقدامات کیے گے:

معیشت

معاشی لحاظ سے اہل مدینہ اگرچہ مختلف طبقات میں بٹے ہوئے تھے لیکن مجموعی طور پر ان کی معیشت دوسرے عرب علاقوں کی معیشت سے نسبتاً بہتر تھی لیکن جب سینکڑوں کی تعداد میں بے گھر اور بے خانماں مسلمان ہجرت کر کے مدینہ میں آبسے تو مدینہ کی معیشت پر اضافی بوجھ پڑنا ایک فطری امر تھا۔ مہاجرین کی اکثریت لٹ پٹ کر آئی تھی۔ مدینہ میں ان کے پاس نہ تو زمین تھی اور نہ ہی جائیداد۔ نہ سرمایہ تھا اور نہ ہی کوئی اور ہنر کہ وہ اپنی قوت لایموت کے لیے کچھ کما سکتے تھے۔ مدینہ کی معیشت بنیادی طور پر ایک زرعی معیشت تھی اور مکی مسلمان زراعت سے مکمل طور پر بے بہرہ تھے۔ اس کے علاوہ وہ رہائش کا مسئلہ علیحدہ تھا۔ مدینہ کے نم آلود موسم نے اکثریت کو بیمار کر دیا تھا۔ یا وطن نے ان کو ذہنی اور نفسیاتی طور پر بہت زیادہ تنگ کر رکھا تھا۔(32) نیز مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ اور یہ سلسلہ غزوہ خندق تک بلا انقطاع جاری رہا۔(33) آپ ﷺ کے سامنے ان بے خانماں مہاجرین کی آبادکاری اور ان کو معاشی طور پر اپنے پاوں پر کھڑا کرنے کا فریضہ انتہائی اہم تھا۔ کچھ مہاجرین کو مدینہ میں موجود ان کے تعلق داروں اور واقف کاروں نے رہائش کی سہولت فراہم کر دی۔ تاکہ اکثریت کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن خثیمہ نے اپنے گھر کے دروازے غیر شادی شدہ افراد کے لیے کھول دیئے۔ کچھ اور مہاجرین کو مدنی مسلمانوں نے اپنا مہمان بنالیا اور باقی افراد کو مکانوں کی تعمیر کے لیے اہل مدینہ نے زمین فراہم کر دی۔ تاہم مسائل معیشت ابھی تک جوں کے توں تھے پانچ ماہ اسی طرح گزر گئے۔ آپ ﷺ نے مدنی مسلمان خاندان کے سربراہوں کا اجلاس طلب فرمایا۔ جس میں مہاجرین کے معاشی اور سکنی مسائل کو زیر بحث لایا گیا۔ فیصلہ اس بات پر ہوا کہ ہر صاحب حیثیت مدنی خاندان کسی ایک مہاجرین کی سرپرستی قبول کرلے گا۔ اس عمل کا نام آپ ﷺ نے مواخات رکھا۔

اس طرح یک صد چھیاسی (186) خاندانوں میں بھائی چارہ قائم کیا گیا اور مہاجرین کے معاشی اور رہائشی مسائل کسی حد تک حل کر لیے گئے مہاجرین کے اندر چونکہ عزت نفس کا مادہ بہت زیادہ تھا لہذا انہوں نے زیر احسان رہنے کی بجائے اولیت اس امر کو دی کہ جس قدر جلدی ہو سکے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں۔ بڑی جلدی یہ لوگ معاشرتی اور معاشی مسائل سے آزاد ہو گئے۔(34)

بیرونی خطرات

حضور ﷺ کا باحفاظت مکے سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ جانا اور مسلمانوں کا وہاں پر امن اور بڑے سکون سے اپنے عقائد کے مطابق زندگی گزارنا، کفار مکہ کے لیے بڑے دکھ اور الم کی بات تھی۔ انہوں نے اس صورت حال کو انتہائی سنجیدگی سے لیا۔ ایک وفد تیار کیا جس میں مکی صاحب الرائے اشخاص شامل تھے اور اسے مدینہ بھیجا گیا۔ یہ لوگ مدینہ میں عبد اللہ بن ابی سے ملے اور اہل مدینہ سے مطالبہ کیا وہ محمد ﷺ کو مدینے سے نکال دیں یا پھر انہیں اہل وفد کے حوالے کر دیا جائے۔ اگر اہل مدینہ نے ایسا نہ کیا تو اہل مکہ، مدینہ پر حملہ کر کے ان کے گھر بار تباہ کر دیں گے۔ املاک لوٹ لیں گے اور عورتوں اور بچوں کو غلام اور لونڈیاں بنا لیا جائے گا۔ اہل مدینہ نے ان گیدڑ بھبکیوں کا کوئی نوٹس نہ لیا اور یہ وفد مدینہ سے خائب و خاسر واپس چلا گیا۔ یہ اس بات کا بین ثبوت تھا کہ اہل اسلام کی ترویج کو کسی طور برداشت کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ اس بات کے قطعاً روادار نہ تھے کہ مسلمان کوسوں میل دور رہ کر پھلیں اور پھولیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس ناکامی کے علی الرغم ایک اور حربہ استعمال کیا۔(35)

مکہ جانے والے یثربیوں کو تضحیک اور تعذیب کا نشانہ بنانا شروع کر دیا کہ انہوں نے مسلمانوں کو کیوں پناہ دی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ابن معاذ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ عمرے کی غرض سے گئے۔ بیت اللہ کے طواف کے دوران ابو جہل نے ان کو دھمکی دی کہ "تم لوگوں نے بے دینوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ میں تمہیں مکہ میں امن کے ساتھ طواف کرتا ہوا نہ دیکھوں۔ تم لوگ اس خیال میں ہو کہ تم لوگ ان کی مدد کرو گے "حضرت سعد بن معاذ نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا کہ "اگر تم ہمارا مکہ میں داخلہ بند کرو گے تو ہم تمہارا شام کی تجارت کا راستہ بند کر دیں گے۔(36)

کفار مکہ مسلمانوں کو مدینہ میں چین سے نہیں رہنے دیں گے۔ لہٰذا دفاع اور سلامتی کے لیے اقدامات بہت ضروری تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حفاظت مدینہ کے لیے درج ذیل اقدامات کئے:

- آپ ﷺ نے تمام مدنی قبائل (بلا لحاظ مذہب) کو دعوت دی اور مدینہ منورہ کے انتظام و انصرام اور دفاع کے لیے ان کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ اس معاہدہ کے تحت یہ طے پایا کہ بیرونی حملے کی صورت میں سب مل کر مدینے کا دفاع کریں گے اور کسی تنازع کی صورت میں حضور ﷺ کا فیصلہ حتمی ہو گا۔ تاریخ میں یہ معاہدہ میثاق مدینہ کہلاتا ہے۔

- آپ ﷺ نے مدینہ کے ارد گرد رہنے والے قبائل سے دوستی، اچھی ہمسائیگی کے علاوہ دفاعی اور غیر وابستگی کے معاہدے کر کے مدینہ کے ارد گرد ایک دفاعی حصار قائم کر دیا۔
- عسکری اور دفاعی تیاری کے لیے آپ ﷺ نے دورات الاستطلاع یعنی گشتی دستے (Reconnaissance Patrol) اور لڑاکا گشت (Fighting Patrol) کے دستے بھیج کر ایک طرف تو مسلمانوں کی فوجی تربیت کی اور دوسری طرف دشمنان اسلام کو اس بات کا اشارہ دیا کہ مدنی مسلمان ہر حملے کے لیے مستعد اور تیار ہیں۔
- اہل مکہ کے تجارتی راستوں پر فوجی دستے روانہ کئے جن کے دو بڑے واضح مقاصد تھے۔

(1) کفار مکہ کی نقل و حرکت کا ادراک حاصل کرنا۔

(2) قریش مکہ کو تنبیہ کرنا کہ مدنیہ کی بیدار قیادت ان کے تجارتی راستوں کو روک دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ اگر قریش مکہ مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں سے باز نہ آئے تو انہیں معاشی خسارے کا سامنا پیش آسکتا ہے[37]

حضور ﷺ کا میدان جنگ میں نظام سراغ رسانی اور غزوہ بدر کے نتائج

غزوہ بدر کفار مکہ کی طرف سے مسلمانوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صفحہ ہستی سے نابود کر دینے کا ایک بہترین منصوبہ تھا۔ ما قبل دونوں اطراف سے ایک دوسرے کو خوف زدہ کرنے کے لیے فوجی دستے ایک دوسرے کے علاقوں میں بھیجے جاتے رہے۔ اس طرح طرفین حالت جنگ میں تھے۔ سریہ نخلہ اور پھر کرز بن جابر الفہری کا حملہ دونوں طرف سے کھلی جنگ کا آغاز تھا۔ کفار مکہ کو اپنے تجارتی راستوں کی بندش کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ وہ اس خطرے کا قلع قمع کرنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے وہ ایسا جواز ڈھونڈنا چاہتے تھے جو انہیں اہل عرب کے سامنے اخلاقی برتری دلوائے اور جس کی وجہ سے انہیں مدینہ پر حملہ کرنے میں حق بجانب بھی تصور کیا جائے۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ منصوبہ ابوسفیان کے مکہ سے روانہ ہونے سے پہلے تیار کیا گیا تھا۔ اس منصوبے کے مطابق ابوسفیان نے شام سے واپس روانہ ہوتے وقت ایک قاصد مکہ روانہ کر دینا تھا۔ یہی ہوا، ابھی وہ زرقاء (شام)[38] کے علاقہ ہی میں تھا کہ ضمضم ضمری کو قاصد بنا کر مکہ روانہ کر دیا۔[39] ضمضم ضمری کی آہ و بکا پر مکہ اور اس کے اتحادی فوراً ہی روانہ ہو جانے تھے۔ منصوبے کے مطابق ضمضم ضمری کی شام سے روانگی اور مکہ رسائی اور پھر مکی لشکر کی مکہ سے روانگی اور بدر تک پہنچنے پر اتنا وقت صرف ہونا تھا کہ دونوں کو ایک ہی وقت بدر

پاس موجود ہونا تھا تاکہ مدنی لشکر کی اس علاقے میں موجودگی سے قافلے کو کوئی نقصان نہ پہنچ پاتا۔ کھلم کھلا جنگ چھڑ چکی تھی۔ قریش کے قافلہ تجارت سے تعرض کرنا آپ ﷺ کا حق تھا۔ جبکہ یہی مال تجارت مسلمانوں کے خلاف حربی تیاریوں میں ہی صرف ہوتا تھا۔ آپ ﷺ ابتدا قافلے کو ہی اپنا ہدف بنائے ہوئے تھے لیکن جب آپ ﷺ مقام صفراء کے نزدیک پہنچے تو آپ ﷺ کو کفار مکہ ہی روانگی کا حتمی علم ہوا۔ آپ کے نظام استخبارات کے کفار مکہ کے لشکر، اس کی ترکیب، منصوبہ جنگ اور دیگر تمام ضروری معلومات فراہم کر دی تھیں۔ اس بات کی تصدیق حضرت کعب ابن مالک کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ رسول ﷺ قریش کے قافلے کی تلاش میں نکلے تھے۔ کفار سے لڑنے کی نیت سے نہیں گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ناگہانی مسلمانوں کو ان کے دشمنوں سے بھڑا دیا۔(40) لیکن حقیقت یہ ہے آپ ﷺ مدینے سے نکلتے وقت یہ جانتے تھے کہ اگر شام سے تجارتی قافلہ آ رہا تھا تو مکہ سے لشکر قریش کی بھی آمد متوقع تھی۔ قرآن مجید کی مطابق:

"تیرا رب جب تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر سے نکال لایا اور مومنوں میں سے ایک گروہ کو سخت ناگوار تھا، وہ اس حق کے معاملے میں تجھ سے جھگڑ رہے تھے۔ درحالانکہ وہ صاف صاف نمایاں ہو چکا تھا۔ ان کا حال یہ تھا کہ وہ آنکھوں دیکھے موت کی طرف ہانکے جا رہے ہوں۔"(41)

مدنی لشکر اور مکی فوج ایک ہی دن بدر کے گرد و نواح میں پہنچے تھے۔(42) اور یہ سولہ رمضان المبارک کا دن تھا اور دوسرے دن سترہ رمضان المباک کو جنگ بدر واقع ہوئی۔(43) اور اسی دن قریش کا تجارتی قافلہ بھی اسے علاقے میں موجود تھا۔ قرآن مجید اس حقیقت اظہار کچھ اس طرح فرماتا ہے:

"جب تم درے کے نزدیک والے ناکے پر تھے اور درے کے دور والے ناکے پر تھے اور قافلہ تم سے نیچے تھا۔"(44)

اور قرآن مجید کے مطابق اگر یہ تینوں اکائیاں اس بات کی خود کوشش کرتیں کہ وہ بدر کے علاقے میں ایک وقت میں اکٹھا ہو جاتیں تو وہ ایسا نہ کر پاتیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"اگر تم آپس میں وعدے کرتے تو وعدے کے مطابق ہرگز نہ پہنچ پاتے (اپنے وقت اور مقام موعود پر) البتہ جس چیز کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے۔ اللہ اسے کر ڈالتا ہے۔"(45)

اگر زمانی اور مکانی اعتبار سے ہم ان تمام واقعات کا تجزیہ کریں جو قافلہ ابوسفیان، لشکر قریش اور لشکر مدینہ سے متعلق ہیں تو کچھ اس طرح منظر سامنے آتا ہے۔

1۔ بدر سے مدینے کا فاصلہ 90 میل بنتا ہے اور مکہ کا فاصلہ 200 میل ہے۔ یعنی مکی لشکر مکہ سے چل کر 10 منزلیں طے کر کے دس دن بعد 16 رمضان کو بدر پہنچا۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ لشکر مکہ سے 6 رمضان المبارک کو چلا ہو گا۔ جب کہ 6 رمضان المبارک تک مدینہ منورہ میں ابوسفیان کے قافلے کے بارے میں نہ تو کوئی اطلاع موصول ہوئی تھی اور نہ ہی مدنی فوج مدینہ سے باہر نکلی تھی۔

2۔ قریشی لشکر کی مدینہ سے روانگی کی اطلاع آپ ﷺ کو تیز قاصد کے ذریعے آپ ﷺ کے عاملین استخبارات نے اسی دن روانہ کر دی تھی جس دن یہ لشکر مکہ سے روانہ ہوا تھا۔ یہ قاصد رات دن سفر کرتے ہوئے مدینہ پانچویں دن پہنچا۔ حضور ﷺ قافلہ ابوسفیان کی اطلاع پا کر ایک دن قبل مدینہ سے نکل چکے تھے۔ یعنی آپ ﷺ 11 رمضان المبارک کو مدینہ سے نکل چکے تھے اور یہ اطلاع کنندہ آپ ﷺ کو صفراء کے مقام پر جا کر ملا اور قریش کے لشکر کی مکہ سے روانگی کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ بقیہ سفر چار دن میں کر کے بدر میں سولہ رمضان المبارک کو پہنچے۔ آیئے دیکھتے ہیں اس وقت ابوسفیان کا قافلہ کہاں ہونا چاہیے۔

3۔ غزہ یا زرقاء سے مکہ کا کل فاصلہ برابر برابر ہے۔ یہ فاصلہ 772 میل ہے[46] پیدل چلنے والوں اور اونٹوں پر مشتمل بڑے بڑے قافلوں کے لیے یہ تقریباً ساڑھے سینتیس منازل یا دنوں کا سفر بنتا ہے۔ تیز ترین ناقہ سوار یہ سفر اٹھارہ دنوں میں طے کرتا ہے۔ اگر یہ فاصلہ ضمضم ضمری نے 18 دنوں میں طے کیا ہو اور 4 رمضان المبارک کو مکہ میں وارد ہوا ہو تو لامحالہ کہیں وسط شعبان میں غزہ یا زرقاء سے روانہ ہوا ہو گا۔ اندازاً 16 شعبان کا دن ہو گا۔ زرقاء یا غزہ سے بدر کا فاصلہ 568 میل یا تقریباً 27 منازل بنتا ہے۔[47] جسے ایک قافلہ کو ستائیس دنوں میں ہی طے کرنا چاہیے۔ اگر ابوسفیان کا قافلہ بھی اسی دن یعنی 16 شعبان کو ہی غزہ یا زرقاء سے روانہ ہوا ہو تو اسے بدر کے آس پاس 15 رمضان المبارک کو ہونا چاہیے۔

4۔ یعنی ایک ہی دن لشکر مدینہ، لشکر کفار مکہ اور ابوسفیان کے قافلہ تجارت کو بدر کے آس پاس ہونا چاہیے جیسے قرآن مجید یوں واضح فرما رہا ہے:

"جب تم درے کے نزدیک والے ناکے پر تھے اور وہ درے کے دور ناکے پر تھے اور قافلہ تم سے نیچے تھا۔"[48]

ابوسفیان کی غزہ یا زرقاء سے ضم ضم ضمری کو اہل مکہ سے مدد لینے کے لیے روانہ کرنا دو باتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

1۔ ابوسفیان کو چونکہ مکہ اور مدینہ کے مخاصمانہ تعلقات کا علم تھا اور اس بات کا احساس تھا کہ مسلمان بدر کے آس پاس قافلے پر حملہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس نے اس متوقع تاراج سے بچنے کے لیے اہل مکہ پیغام روانہ کیا تاکہ اگر ایسی صورت حال بنتی تو اہل مکہ اس کے قافلے کی حفاظت کو بروقت پہنچ جاتے۔

2۔ یہ بات پہلے سے طے شدہ منصوبے کا حصہ تھی اور یہ ایک ایسا منصوبہ تھا جس کے تحت افواج مدینہ کو میدان بدر میں کھینچ لانا تھا اور پھر نسبتاً زیادہ مسلح اور زیادہ نفری کے ساتھ اس مدنی فوج کا قلع قمع کر دینا تھا۔

3۔ اگر ہم مکی افواج میں شامل لشکر کی ترتیب پر نظر ڈالیں تو اس میں قریش مکہ کے حلیف قبائل بنو غطفان اور بنو سلیم کے دستے بھی شامل نظر آتے ہیں۔(49) اور یہ دونوں قبائل نجد کے رہنے والے تھے۔ اگر ہم ضمضم ضمری کی اطلاع پر قریش کی تیاری اور روانگی کو صحیح تسلیم کر لیں تو یہ قبائل مکی لشکر میں کیونکر بروقت شامل ہوئے۔ قریش مکہ کے ان دوستوں کو یقیناً قبل از وقت اطلاع دی گئی ہو گی اور منصوبے کے مطابق ان نجدی قبائل کو یا تو مکہ میں طلب کیا گیا ہو گا۔ یا پھر یہ مکے سے بدر آتے وقت کہیں راستے میں شامل ہوئے ہوں گے۔ لا محالہ ایسا منصوبہ تین یا چار ماہ قبل ترتیب دیا گیا ہو گا۔ تب جا کر کہیں ابوسفیان کی واپسی پر یہ پایہ تکمیل تک پہنچا ہو گا۔ اس قسم کے منصوبے لازماً انتہائی خفیہ رکھے جاتے ہیں۔ ممکن ہے اس کے بارے میں مکہ کی چند ایک سردار جن میں ابوجہل اور ابوسفیان شامل ہوں اور ایک آدھ اور اہم افراد کے علاوہ بنو غطفان اور بنو سلیم کے سرداروں کو باخبر رکھا گیا ہو۔ ایسے انتہائی خفیہ منصوبے تک رسائی مدنی استخبارات کی پیشہ ورانہ استعداد کا کمال تھا۔

پس اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ منصوبہ ابوسفیان کے شام جانے سے ماقبل تیار کیا گیا تھا اور یہ مسلمانوں پر جنگ مسلط کرنے کا بڑا عمدہ منصوبہ تھا۔ نبی پاک ﷺ کو اس منصوبے کے بارے میں مکمل اطلاع اس وقت موصول ہوئی۔ جب آپ ﷺ صفراء کے نزدیک پہنچ گئے تھے۔ آپ ﷺ اگر مدینے واپس آتے تھے تو خطرہ تھا کہ قریش مکہ آگے بڑھ کر مدینہ پر حملہ کر دیتے۔ چونکہ مدینہ کے اندرونی حالات ابھی تک آپ ﷺ کے مکمل کنٹرول میں نہ تھے۔ ڈر تھا کہ یہود اور منافقین، قریش مکہ مدد کریں گے۔ لہذا آپ ﷺ نے مکی لشکر کو مدینہ سے کافی دور روک کر مدینہ کی مسلمان دشمن قوتوں کی امداد سے محروم کر دیا۔(50)

جنگ بدر استخباراتی معرکہ آرائیوں سے مزین حق و باطل کا وہ معرکہ تھا جس میں کفار مکہ اور مشرکین عرب اپنی پورے کروفر سے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے لیے آئے۔ لیکن ذلت اور رسوائی ان کا مقدر ٹھہری۔ جنگ بدر کے استخباراتی پہلو سے ہم درج ذیل نتائج حاصل کر سکتے ہیں:

1۔ یہ ایک ایسی لڑائی تھی جس کی کفار مکہ نے انتہائی دسیسہ کاری، حربی مہارت اور چالاکی سے منصوبہ بندی کی تھی اور اس میں نجد کے کچھ عرب قبائل کو بھی شامل کر لیا تھا۔

2۔ حضور ﷺ کے نظام استخبارات نے آپ ﷺ کو نہ صرف یہ کہ بروقت معلومات بہم پہنچائیں، بلکہ قریشی منصوبے کی جزئیات تک سے بھی آگاہ کیا۔

3۔ دروان سفر آپ ﷺ نے نہ صرف یہ کہ تحفظ کا عمدہ بندوبست کیا بلکہ سفر کے دوران اونٹوں کے گلوں سے گھنٹیاں تک اتروادیں تاکہ لشکر اسلامی کی حرکت کی سمت کا تعین نہ کیا جاسکے۔

4۔ آپ ﷺ نے دشمن فوج کے بارے میں اطلاعات کے حصول کے لیے وقتاً فوقتاً جواسیس روانہ کیے جنہوں نے بڑی عمدہ پورٹنگ کی۔

5۔ آپ ﷺ نے تفتیش کے بارے میں ایک عمدہ اصول "تشدد نہیں" دیا، نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ نے تشدد سے منع کیا بلکہ تفتیش بذریعہ پوچھ گچھ کا عملی نمونہ بھی دیا۔ آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے پیغام چھوڑا کہ ملزم کے ساتھ اس کی ذہنی استعداد اور اس کے مرتبے کے مطابق برتاو کیا جائے اور اس کی ذہنی سطح پر جا کر اس سے بات چیت کی جائے۔

6۔ غزوہ بدر نے ایک اور سنہرا اصول یہ دیا کہ اپنے جاسوس کو ہر حالت میں پردے میں رکھا جائے۔ اس کا راز کسی صورت میں بھی فاش نہ کیا جائے۔ نیز جاسوس کے لیے بھی لازم قرار دیا کہ وہ ہر حالت میں اپنے مقصد کو پیش نظر رکھیں۔ تکالیف اور دکھوں کی صورت میں اپنا راز نہ کھول بیٹھے۔ حضرت عباس ابن عبد المطلب بعض روایات کے مطابق اپنے پورے گھرانے سمیت مسلمان ہو چکے تھے۔(51) مکہ میں حضور ﷺ کے لیے جاسوس اعلی مقرر تھے اور وہاں کی خبریں رسول ﷺ کو بھیجا کرتے تھے۔(52) کفار مکہ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے قید کیے گئے۔ فدیہ ادا کیا اور رہائی پائی۔ نہ تو گرفتاری کے دوران کسی رعایت کا مطالبہ کیا نہ ہی حضور ﷺ نے ان کے لیے کسی خصوصی رعایت کے لیے کہا۔ نہ ہی ان کا فدیہ معاف ہوا اور نہ ہی کم کیا گیا۔ اس طرح آپ رضی اللہ عنہ کا راز آشکارا نہ ہوا اور آپ ﷺ کے حکم کے مطابق فتح مکہ تک مکہ میں حضور ﷺ کے لیے جاسوسی کرتے رہے۔(53) یہ جنگ بدر استخباراتی کامیابیوں کی ایک عمدہ مثال ہے۔

7۔ غزوہ بدر کے دوران مسلمانوں کا وردالیوم Daily Password یا "منصورامت" تھا اور اس کے بعد آپ ﷺ نے ہر غزوے میں وردالیوم مقرر فرمایا۔(54) لیکن بریگیڈئر گلزار احمد کے مطابق وردالیوم "احد احد" تھا۔(55) ممکن ہے کہ انصار و مہاجرین کے لیے علیحدہ علیحدہ وردالیوم ہوں جیسا کہ غزوہ خندق میں تھا۔

کفار مکہ کے انتہائی رازدارانہ طور پر تیار کیے گئے منصوبے کی بروقت حضور ﷺ کو اطلاع کا ملنا، آپ ﷺ کا باوجود اس کے کہ آپ ﷺ کسی اور مقصد کے لیے مدینہ سے نکلے تھے۔ اپنے جنگی منصوبے کو فورا تبدیل کرنا اور اطلاعات کے مطابق اپنے منصوبے میں مسلسل تبدیلی کرتے رہنا۔ آپ ﷺ کی اپنے استخباراتی ادارے کے ساتھ مکمل ذہنی اور عملی ہم آہنگی کی عمدہ مثال تھی۔ آپ ﷺ اپنے جنگی منصوبوں میں ہمیشہ لچک رکھتے اور استخباراتی اطلاعات کے مطابق ان میں وقتا فوقتا تبدیلی بھی کرتے رہتے۔

غزوہ احد میں آپ ﷺ کے جنگی منصوبے

آپ ﷺ کے جنگی منصوبے کے خدوخال کچھ اس طرح تھے:

ا۔ چونکہ مدینہ شہر کے اندر کوئی حفاظتی فصیل نہ تھی اور نہ ہی اتنی وافر افرادی قوت تھی کہ مدینہ میں قلعہ بند ہو کر دوشمنوں سے بیک وقت لڑائی لڑی جاتی۔ باہر سے بیرونی دشمنوں کے خلاف اور اندر منافقین اور یہود مدینہ کے خلاف دو محاذوں پر لڑنا مشکل تھا۔ لہذا آپ ﷺ نے مدینہ سے باہر آ کر مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا۔

ب۔ مدینہ کے یہودی ناقابل اعتبار تھے قبل ازیں میثاق مدینہ کے علی الرغم کفار مکہ کی مادی مدد کر چکے تھے۔ بلکہ مدینہ کے بارے میں انتہائی حساس نوعیت کی معلومات بھی ان کو پہنچاتے رہتے تھے۔ ایسی صورت میں اگر آپ ﷺ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کرتے یہود مدینہ کفار مکہ کی مکمل مدد کرتے اور مسلمانوں کے لیے باعث پریشانی بنتے۔

ج۔ کچھ نام نہاد مسلمان جن کو تاریخ منافقین مدینہ سے موسوم کرتی ہے۔ سے بھی غداری کا خدشہ تھا۔ اس سے قبل کہ یہ کوئی نقصان پہنچاتے ان کو بے اثر کرنا ضروری تھا۔

د۔ میدان احد تدبیراتی طور پر بہت عمدہ میدان جنگ تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے خدوخال سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ فرمالیا۔

ر۔ آپ ﷺ نے جبل احد کو اپنے لشکر کی پشت پر رکھنا تھا اور جبل عینین پر تیر انداز متعین کرنے تھے۔ تاکہ عقب کی طرف سے دشمن کے رسالے کو غیر موثر کر دیا جاتا۔

ز۔ آپ ﷺ اپنا لشکر ایک رہبر کی مدد سے انتہائی رازداری کے ساتھ جبل احد اور لشکر قریش کے درمیان اس طرح لے گئے کے جبل احد آپ ﷺ کے لشکر کی پشت پر تھا۔[56] وادی احد میں اترنے سے پہلے آپ ﷺ نے مالک بن خلف اور ان کے بھائی نعمان بن خلف کو کفار مکہ کے بارے میں اطلاعات کی فراہمی کے لیے روانہ کیا۔

غزوات کے استخباراتی تجزیہ سے درج ذیل حتمی نتائج اخذ ہوتے ہیں:

ا۔ مدینے کے ارد گرد آباد قبائل کے ساتھ معاہدات کیے جس نے حلیف بننا پسند کیا۔ اس کو حلیف بنالیا۔ جس نے غیر وابستگی کا عہد کیا اسے غیر وابستگی کا عہد کیا اسے غیر وابستہ ہی رہنے دیا۔ اس طرح مدینے کے ارد گرد پہلی دفاع لائن (First Defense Line) استوار کرلی۔ بعد ازاں ان قبائل کے ساتھ اپنے تعلقات کو دن بدن مستحکم کرتے رہے۔ ایک وقت آیا جب یہ قبائل آپ ﷺ کی افواج قاہرہ کے ہر اول دستوں میں شمار ہونے لگے۔ عرب کے نقشے پر نظر ڈالیں تو آپ کو ایک چیز بڑی واضح نظر آئے گی۔ اہل مکہ اگر خشکی کے راستے شام اور مصر جانا چاہتے تو انہیں مدینے کے قریبی ساحلی علاقوں سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا۔ اگر مدینے سے ینبوع تک بسنے والے قبائل اور آبادیوں کو ہمنوا بنالیا جاتا تو مکے والوں کے قافلوں کا ادھر سے گزرنا بڑے حد تک خطرناک بنایا جاسکتا تھا۔ ان قبائل کے ساتھ انصار مدینہ کے پہلے ہی حلیفانہ تعلقات تھے۔ اب آنحضرت ﷺ نے ان کی تجدید کی اور ان تعلقات میں آپس کی امداد کی دفعات بڑھادیں۔ آپ ﷺ نے پہلے چھوٹی چھوٹی مہمات بھیج کر ان قبائل سے گفت شنید کے عمل کو آگے بڑھایا۔ پھر خود جاکر ان معاملات کو حتمی معاہدوں کی شکل دی[57] یہ سرایہ اور غزوات آپ ﷺ کی جنگی حکمت عملی کی اساس اور دفاع مدینہ کی ابتدائی اور بنیادی کاوشیں تھیں۔ اس طرح مدینہ کو اپنے ارد گرد کے علاقوں میں بروقت اطلاعات فراہم کرنے والے لوگ بھی میسر ہوگئے اور مدینہ کے ارد گرد ایک دفاعی حصار بھی قائم ہوگیا۔

ب۔ آپ ﷺ نے اپنے دورات القتال (لڑاکا دستوں) کو مسلسل ہوشیار (Alert) رکھ کر اور ان کو مختلف علاقوں میں بھیج کر اور بعض اوقات ان کی قیادت سنبھال کر نہ صرف یہ کہ ان کی جنگی تربیت کی بلکہ ا ن کو ان علاقوں سے مکمل واقفیت بھی دلائی۔ آنے والے ایام میں یہ جنگی دستے آپ ﷺ کے نظام دفاع میں ریڑھ کی ہڈی ثابت ہوئے۔ ان دستوں نے مدنی استخبارات کے ساتھ مل کر دشمن کی تمام معاندانہ کارروائیوں کا منہ توڑ جواب دیا۔

ج۔ استخباراتی نظام کی بہت بڑی کامیابی یہ ہوتی ہے۔ اگر دشمن لڑائی ہونے سے بہت پہلے اس بات کا ادراک کرلے کہ اس کا واسطہ جن لوگوں کے ساتھ پڑا ہے وہ تر نوالہ نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سرایا اور غزوات کے ذریعے کفار مکہ کو یہ باور کرادیا کی مدنی قیادت انتہائی بیدار مغز اور حالات پر گہری نظر رکھنے والی ہے۔ وہ مدینہ کے دفاع سے غافل نہیں ہے۔ اگر قریش مکہ اپنی مدینہ دشمن سرگرمیوں سے باز نہ آئے تو مجبوراً ان کی رگ زندگی (Life Line) یعنی مکہ سے شام کی تجارتی شاہراہ کو بند کر دیا جائے گا۔ اہل مکہ کو اس قسم کے سرایا سے یہ بھی باور کرایا گیا کہ جیو اور جینے دو اور اہل مدینہ کو اتنا مجبور نہ کیا جائے کہ وہ اقدام کر گزریں جو اہل مکہ کی تباہی پر منتج ہو۔ اہل مدینہ خاص طور پر مہاجرین ایسا کرنے میں حق بجانب بھی تھے کیوں کے اہل مکہ نے ان کے وسائل، جائیدادوں اور گھروں پر ناجائز قبضہ کرر کھا تھا۔ اگر مسلمان ایسا نہیں کر رہے تھے تو اس مقصد یہ ہر گز نہ تھا کہ وہ یہ اقدام اٹھانے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ امن اور آشتی کے ساتھ رہنا چاہتے تھے اور ان کو اس قسم کی زندگی گزارنے کو پورا پورا حق بھی حاصل تھا۔[58] ایک نتیجہ یہ بھی تھا کہ:

س۔ آپ ﷺ نے ان غزوات اور سرایا کے ذریعے انہیں یہود مدینہ کے دلوں میں رعب اور دبدبہ بھی پیدا فرمایا۔ مسلمانوں کے خلاف موقع کی تلاش میں رہتے اور اوس وخزرج کے پرانے مخاصمانہ تعلقات کا اعادہ چاہتے تھے ان کی ایسی تمام کاوشوں کا تدراک فرمایا، جن کے ذریعے وہ مدینہ کے ان مسلمان قبائل کو عہد جاہلیت کے فساد میں مبتلا کرنا چاہتے تھے۔ ان سرایا سے مسلمانوں کے درمیان یکجہتی اور یگانگت پیدا ہوئی۔ ایک ملی مودت (Spirit De Corps) کا جزبہ پروان چڑھا اور اقوات اسلام کو تقویت ملی۔

ش۔ مہاجرین کو مدینہ منورہ کے اندر آرام اور سکون میسر آگیا تھا۔ مذہب اور عقائد کی بنیاد پر ان پر کسی قسم کا جبر و تشدد نہیں ہو رہا تھا۔ اس طرح ان کے اندر ایک قسم کا جمود پیدا ہو رہا تھا، جبکہ رسول اللہ ﷺ کو دور افق پر ان کے خلاف اعداد کے بڑے بڑے حملے آتے نظر آرہے تھے۔ ان کی بقا اس میں تھی کہ ان کے اندر روح عمل اور حربی قوت کو بیدار رکھا جاتا تاکہ موقع آنے پر یہ حملے کا مقابلہ بطریق احسن کر سکتے۔ آپ ﷺ نے یہ مقصد بھی ان سرایا اور غزوات کے ذریعے حاصل کیا۔

ص۔ ان غزوات اور سرایا میں دو اور بڑی اہم باتیں بھی ہمارے سامنے آتی ہیں:

(1) ان تمام غزوات اور سرایا کے لیے صرف مہاجرین کے دستے روانہ کیے گئے۔ ان میں کوئی فرد انصار شامل نہیں کیا گیا۔

(2) یہ دستے چھوٹی فوج پر مشتمل ہوتے تھے اور یہ کسی جنگی مقصد کے لیے بھیجے ہی نہیں گئے تھے۔ اس طرح حضور ﷺ کی طرف سے یہ سریے صرف اور صرف دفاعی، استخباراتی اور تربیتی مقاصد کے لیے تھے۔ چونکہ اصحاب سرایا کو ضبط نفس(Self-Discipline) کی خصوصی ترتیب دینی مقصود تھی۔ لہذا ان سرایا میں تعداد تھوڑی رکھی گئی تاکہ طاقت کے زعم میں کہیں لڑائی نہ چھیڑ بیٹھیں۔

(3) ارد گرد کے قبائل کے ساتھ دوستانہ روابط کے قیام اور مدینہ کے ارد گرد پہلا خط دفاع (First Defense Line) قائم کرنا بھی دیگر مقاصد کے ساتھ ایک مقصد تھا۔

خلاصہ تحقیق

آپ ﷺ نے باقاعدہ طور پر اقدامی دفاع کے اصول پر دشمن قبائل میں مضبوط انٹیلی جنس کی مدد سے قبل از وقت آگاہی کی ضرورت کو پورا فرمایا۔ دشمن کی حرکات پر نظر رکھنے، ان کے ناپاک عزائم کو نیست و نابود کرنے اور دشمن کی گرفتاری کا باقاعدہ ایک نظام وضع کیا۔ یہ کاؤنٹر انٹیلی کا نظام بعد کے ادوار میں اسلامی حکومتوں میں مزید مستحکم کیا گیا۔ آپ ﷺ نے دشمن کے تخریبی عزائم کو ناکام بنانے کے لیے بھی کاوشیں کیں۔

آپ ﷺ نے مال و اسباب کی تحفظ ان کے حساب کتاب اور ان کی تقسیم و تفویظ کے لیے بھی ایک عمدہ نظام کی بنیاد رکھی۔ اس طرح آپ ﷺ نے رازوں، افراد اور اموال کو دشمن کی پہنچ سے دور کر الغرض آجکل کے انٹیلی جنس کے نظام کو اگر مد نظر رکھ کر بات کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ جدید دور کے تمام نظام ہائے سراغ رسانی کے بانی تھے۔ آپ ﷺ نے مضبوط اور محکم بنیادوں پر استوار انٹیلی جنس کا نظام مسلمانوں کے لیے ورثہ میں چھوڑا۔ جب تک مسلمان اس نظام کے زریں اصولوں پر کاربند رہے، ان کی سلطنتیں مستحکم، ان کی افواج کامران اور ان کے علاقوں میں امن و امان کا طوطی بولتا رہا۔ لیکن جونہی انہوں نے ان اصولوں سے پہلو تہی کی، اغیار ان پر مسلط ہوگئے۔ جب انٹیلی جنس کے جواز اور اس کے جائز ہونے کے حوالے سے بحث ہوتی ہے تو اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ شعبہ جہاد ہی کے زمرے میں آتا ہے، بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ دشمنوں کے علاقوں میں جاکر وہاں سے اطلاعات لانا جان جوکھوں کا کام ہے جو قتال کے دوسرے شعبوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ مشکل اور قربانی مانگتا ہے۔ جہاد دراصل پوری قوت کے ساتھ تمام تر وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اسلام دشمن طاقتوں کے ساتھ نبرد آزما ہونے کا نام ہے، لہذا سراغ رسانی جو کہ اسلامی ریاست کے استحکام اور اسلامی نظام کے تحفظ کے لئے ہوتی ہے۔ جہاد ہی کے زمرے میں آتی ہے۔ جیسا کہ رسول

اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے سراغ رسانی کی حکمت عملی اپنا کر جہاد کیا اور کامیابیاں حاصل کیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان حکومتیں ایک بار پھر ان زریں اصولوں کی طرف رجوع کریں جن کی بنیاد پر آپ ﷺ نے اپنا نظام سراغ رسانی مدون کیا تھا۔ ان اصولوں کی بنیاد پر مسلمان ممالک اپنے نظام ہائے سراغ رسانی کو نئے سرے سے مدون مرتب کریں۔ جدید علوم وفنون سے ان کو تقویت پہنچائیں۔ اس طرح عالم اسلام ایک بار پھر اپنا کھویا ہوا مقام واپس حاصل کر سکتا ہے۔ اسلامی ملک اپنے نظام ہائے سراغ رسانی سے سامراجی وراثت میں چھوڑے گئے اصولوں کو نکال کر عہد رسالت میں تجویز کیے اصول ہائے سراغ رسانی کو رائج کریں۔ قومیت، عصبیت، ظلم وتعدی اور بے انصافی کے اصولوں کو ترک کر کے، انسانی وحدت، اخوت ومحبت اور امن کے زریں اصولوں کو اپنے نظام ہائے سراغ رسانی کی بنیاد بنانا ہو گا کہ ان اصولوں کو بنیاد بنا کر تعمیر کیے جانے والے نظام سراغ رسانی نہ صرف مستحکم بلکہ دیرپا ہوں گے بلکہ ان سے انسانی فلاح وبہبود، تعمیر وترقی میں مدد ملے گی۔

مصادر و مراجع

(1) احمد رضا، معجم متن اللغۃ العربیہ، مکتبہ دار صادر بیروت 1957ء، ج.1، ص.527

(2) محمد مرتضی الحسيني الزبيدي الحنفی، تاج العروس من جواهر القاموس، کراچی، خیال پریس، 1992ء، ج4، ص11

(3) ابو حبیب سعید، القاموس الفقہی، ادراک پبلی کیشنز، حیدر آباد، 2002ء، صفحہ88

(4) سعد، محمد ابن، الطبقات، ترجمہ: عبداللہ الغمادی، کراچی، نفیس اکیڈمی، حصہ اوّل، ص۔۱۹۰

(5) علامہ علی بن برهان الدین حلبی، غزوات النبی، کراچی، دارالاشاعت، م،ن، س،ن، ص55

(6) قریشی، پروفیسر محمد صدیق، رسول اکرم کا نظام سراغ رسانی، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، 2002ء ص29

(7) قریشی، پروفیسر محمد صدیق، رسول اکرم کا نظام سراغ رسانی، ص29

(8) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، علمی کتب خانہ لاہور، باب هل یبعث الطیعہ وحدہ ص91

(9) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، حدیث206، ص119

(10) صفی الرحمن مبارکپوری مولانا، الرحیق المختوم، لاہور، المکتبۃ السلفیۃ، اکتوبر1995ء، ص130

(11) محمد حسین هیکل، حیات محمد، ترجمہ: ابویحیٰ امام، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1988ء، ص175

(12) ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ، بیکن بکس لاہور، اردو بازار 2005ء، ص112

(13) منٹگمری واٹ، محمد ایٹ مکہ، آکسفورڈ پریس، 1853ء، ص146 تا147

(14) عروۃ بن زبیر، مغازی محمد رسول اللہ ﷺ، ترجمہ: محمد سعید الرحمن علوی، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامی، 2000ء، ص125

(15) ابن سعد (محمد بن سعد)، الطبقات الکبری (طبقات ابن سعد، ص1/288، ابن الجوزی، المنتظم في التاريخ، شبکۃ مشکاۃ اسلامی، 2007ء

(16) محمد ابن عبدالوهاب، مختصر سیرت الرسول، ترجمہ: محمد خالد، سیف، فیصل آباد، طارق اکیڈمی، جولائی2000ء، ص173 تا174

(17) ابن سعد (محمد بن سعد)، الطبقات الکبری، ص1/288، ابن الجوزی، المنتظم في التاريخ، شبکۃ مشکاۃ اسلامی، 2007ء، ص240

(18) ایضاً، ص242

(19) کونستان ویژیل جارج، پیغمبر اسلام، ترجمہ: مولانا وارث علی، کراچی، شمع بک ایجنسی اردو بازار، سن1991ء، ص178

(20) ایضاً، ص180

(21) علوی، ڈاکٹر خلیل، محمد دا گریٹ اسٹر گلسٹ، اسلام آباد، دعوہ اکیڈمی، سن2000ء، ص81

(22) فلپ کے ھٹی، ھسٹری آف عربس، پولگریو پبلشرز، میکملن، 2002ء، ص116

(23) ایضاً، ص118

(24) ڈاکٹر محمد حمید اللہ، پیغمبر اسلام، ترجمہ: پروفیسر خالد پرویز، لاہور، بیکن بکس، اردو بازار2005، ص176

(25)ایضا،ص148

(26)ایضا،ص150

(27)ڈاکٹر خلیل علوی، محمد داگریٹ اسٹر گلسٹ، ص176

(28)سید واجد رضوی، محمد رسول اللہ ﷺ میدان جنگ میں، مقبول اکیڈمی انار کلی لاہور، سن 1999ء، ص115

(29)القرآن39 تا40:10

(30)سید مناظر حسین گیلانی، النبی الخاتم، لاھور، مکتبہ رحمانیۃ، 2005ء، ص73

(31)سید مناظر حسین گیلانی، النبی الخاتم، ص75

(32)سید احمد رضا بلال، ترجمہ: بالا محمد رسول اللہ، اسلامی پبلیکشن انار کلی لاہور، سن 1999ء، ص ۱۲۱

(33)اکرم ضیاء العمری، مدنی معاشرہ عہد رسالت میں، ترجمہ عذرا نسیم فاروقی، ادارہ تحقیقات اسلامی، جولائی 2005ء، ص111

(34)ابن سید الناس، عیون الارفی فنون المغازی، قاھرہ، مکتبہ القدسی، 1352ص198 تا203

(35)ڈاکٹر محمد بلال احمد، سیرت النبی ﷺ، انار کلی بازار لاہور، 1997ء، ص285

(36) صحیح بخاری، کتاب المغازی، حدیث نمبر3950

(37)ڈاکٹر عبد اللہ، پیغمبر اسلام، اسلامی پبلیکیشن، لاہور، سن 1991ء، ص225

(38)زرقا موجودہ اردن کے دار الخلافہ عمان سے پانچ کلو میٹر کے فاصلے پر آباد ہے۔ یہاں اردن کے فوجی تربیتی ادارے ہیں۔ فوری چھاونی کے نزدیک ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ یہاں کچھ بلوچ لوگ بھی آباد ہیں لیکنیہ البلوشی کہلاتے ہیں اور عربی النسل ہیں مشہور القایدہ رہنماء ابو مصعب الزرقاوی اسی گاؤں کا رہنے والا تھا جو عراق میں امریکی فوجوں سے لڑتا ہو مارا گیا تھا۔

(39)گلزار احمد، بریگیڈئر (ریٹائرڈ)، غزوات رسول اللہ ﷺ: (ھجرت سے بدر تک)، اسلامک پبلی کیشنز، 2005ء، ص168

(40) صحیح بخاری، کتاب المغازی، حدیث 3951، ص4323

(41)القرآن، 6:507

(42)محمد امین، بالا مغازی رسول اللہ، ص19

(43)ایضا،ص21

(44)القرآن، الانفال 42:8

(45)القرآن، الانفال 42:8

(46)ایضا

(47)محمد امین، بالا مغازی رسول اللہ، اسلامی پبلیکشن، کراچی 1997ء، 299

(48)القرآن، الانفال 42:8

(49)گلزار احمد، بریگیڈئر(ر)، غزوات خاتم الرسل، نقوش رسول نمبر، ج4، شمارہ130، جنوری1983ء، ص332

(50)محمد امین، بالا مغازی رسول اللہ، ص293

(51)محمد امین، بالا مغازی رسول اللہ، ص318

(52)محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی کے میدان جنگ، اسلام آباد، ملت پبلی کیشنز، 1998ء، ص92

(53) صحیح بخاری، کتاب المغازی، حدیث نمبر4018

(54)محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی کے میدان جنگ، ص94

(55)صفی الرحمن مبارکپوری، غزوات رسول اللہ، ہجرت سے بدر تک، المکتبہ السلفیہ، لاہور سن1995ء، ص206

(56)ڈی، ایس رحمان اینڈ ادرز، ارلی بیٹلس آف اسلام، آرمی ایجوکیشن پریس، 2001ء، ص62

(57)ڈاکٹر یاسین ملک، سیرت النبی، بریلی پبلیکیشن، لاہور2002ء، ص212

(58)ڈاکٹر یاسین ملک، سیرت النبی، ص218

References Translation:

1. Ahmad Reza, Mujam Matan al-Lagh al-Arabiya, Maktabdar Sadir Beirut 1957, Vol. 1, p. 527

2. Muhammad Murtaza Al-Hussaini Al-Zubaidi Al-Hanafi, Taj Al-Aros Min Jawahar Al-Qamoos, Karachi, Nihal Press, 1992, Vol. 4, P. 11

3. Abu Habib Saeed, Al-Qamoos al-Fiqhi, Annaj Publications, Hyderabad, 2002, page 88

4. Saad, Muhammad Ibn, Tabaqat, translated by Abdullah Al-Ghamadi, Karachi, Nafis Academy, Part I, p.190

5. Allama Ali bin Burhanuddin Halabi, Ghazwat-ul-Nabi, Karachi, Dar al-Sha'at, M, N, Sun, p. 55

6. Qureshi, Prof. Muhammad Siddiq, Rasul Akram's system of tracing, Lahore, Sheikh Ghulam Ali and Sons Publishers, 2002 p. 29

7. Qureshi, Professor Muhammad Siddiq, Rasul Akram's system of tracking, p. 29

8. Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al-Jami'a al-Sahih, Islamic Library, Lahore, Chapter Hil Yaba'at al-Taiyyah, page.

9. Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al-Jami' al-Sahih, Hadith 206, p. 119

10. Safiur Rahman Mubarakpuri Maulana, Al-Rahiq Al-Makhtoum, Lahore, Al-Maqabah al-Salafiya, October 1995, p. 130

11. Muhammad Hussain Haikal, Hayat Muhammad, Translation: Abu Yahya Imam, Lahore, Department of Islamic Culture, 1988, p. 175

12. Dr. Muhammad Hamidullah, Muhammad Rasulullah, Beacon Books Lahore, Urdu Bazaar 2005, p. 112

13. Montgomery Watt, Muhammad at Mecca, Oxford Press, 1853, pp. 146-147

14. Urwa bin Zubair, Mughazi Muhammad Rasoolullah sallallahu alayhi wasallam, translated by: Muhammad Saeedur Rahman Alavi, Lahore, Department of Islamic Culture, 2000, p. 125

15. Ibn Sa'd (Muhammad bin Sa'd), Al-Taqabah Al-Kubara (Taqabah Ibn Sa'ad, p. 1/288, Ibn Al-Jawzi, al-Muntazam fi al-Tarikh, Al-Mushkat Islamic Network, 2007

16. Muhammad Ibn Abd al-Wahhab, Short Biography of the Prophet, Translation: Muhammad Khalid, Saif, Faisalabad, Tariq Academy, July 2000, pp. 173-174
17. Ibn Sa'd (Muhammad bin Sa'd), Al-Taqabah Al-Kubara (Taqabah Ibn Sa'ad, p. 1/288, Ibn al-Jawzi, al-Muntazam fi al-Tarikh, Al-Mishkat al-Islami, 2007, p. 240
18. Ibn Sa'd (Muhammad bin Sa'd), Al-Taqabah Al-, p. 240
19. Constant Vigil George, The Prophet of Islam, Translation: Maulana Waris Ali, Karachi, Shama Book Agency, Urdu Bazaar, 1991, p. 178
20. Constant Vigil George, The Prophet of Islam, Translation: Maulana Waris Ali, Karachi, p. 178
21. Alvi, Dr. Khalil, Muhammad the Great Struggle, Islamabad, Dawah Academy, 2000, p. 81
22. Philip K. Hattie, History of Arabs, Polgrave Publishers, Macmillan, 2002, p. 116
23. Philip K. Hattie, History of Arabs, Polgrave Publishers, Macmillan, 2002, p. 118
24. Dr. Muhammad Hamidullah, Prophet of Islam, Translation: Prof. Khalid Pervez, Lahore, Beacon Books, Urdu Bazaar 2005, p. 176
25. Dr. Muhammad Hamidullah, Prophet of Islam, Translation: Prof. Khalid Pervez, p. 148
26. Dr. Muhammad Hamidullah, Prophet of Islam, Translation: Prof. Khalid Pervez, p. 150
27. Dr. Khalil Alvi, Muhammad the Great Struggle, p. 176
28. Syed Wajid Rizvi, Muhammad Rasulullah ﷺ in the battlefield, Maqbool Academy Anar Kali Lahore, 1999, p. 115
29. Al-Quran 39, 40:10
30. Syed Madaba Hussain Gilani, Al-Nabi Al-Khatim, Lahore, Maktaba Rahmaniya, 2005, p. 73
31. Syed Madaba Hussain Gilani, Al-Nabi Al-Khatim, Lahore, Maktaba Rahmaniya, 2005, p. 75
32. Syed Ahmad Raza Bilal, Translation: Bala Muhammad Rasulullah, Islamic Publication Anar Kali Lahore, Year 1999, p. 121
33. Akram Zia Al-Omari, Madani Society in the Age of Prophethood, translated by Ezra Naseem Farooqi, Department of Islamic Investigations, July 2005, p. 111
34. Ibn Sayyid al-Nas, Ayun al-Aar fi Funun al-Maghazi, Cairo, Al-Qudsi Library, 1352, pp. 198-203
35. Dr. Muhammad Bilal Ahmed, Seerat-ul-Nabi, Pomegranate Bazaar, Lahore, 1997, p. 285
36. Sahih Bukhari, Kitab Al-Maghazi, Hadith No. 3950
37. Dr. Abdullah, The Prophet of Islam, Islamic Publication, Lahore, 1991, p. 225
38. Gulzar Ahmad, Brigadier (Retd.), Ghazwat Rasulullah :ﷺ (From Hijra to Badr), Islamic Publications, 2005, p.168
39. Sahih Bukhari, Kitab al-Maghazi, Hadith 3951, p. 4323
40. Al-qauran 6: 507
41. Muhammad Amin, Bala Maghazi Rasoolullah, p. 19
42. Muhammad Amin, Bala Maghazi Rasoolullah, p. 21
43. Al-qauran, al anfal 42:8
44. Muhammad Amin, Bala Maghazi Rasoolullah, p. 19
45. Gulzar Ahmad, Brigadier (RA), Ghazwat Khatam-ul-Rasul, Naqosh Rasool No. 4, No. 130, January 1983, p. 332
46. Muhammad Amin, Bala Maghazi Rasoolullah, p. 239
47. Muhammad Amin, Bala Maghazi Rasoolullah, p. 318
48. Muhammad Hameedullah, Dr., Battlefields of Prophetic Era, Islamabad, Millat Publications, 1998, p.92

49. Sahih Bukhari, Kitab Al-Maghazi, Hadith No. 4018
50. Muhammad Hameedullah, Dr., Battlefields of Prophetic Era, p.92
51. Safi-ur-Rahman Mubarakpuri, Ghazwat Rasulullah, from Hijra to Badr, Al-Muktaba al-Salafiya, Lahore, 1995, p. 255
52. D, S. Rahman and others, Early Battles of Islam, Army Education Press, 2001, p. 62
53. Dr. Yasin Malik, Sirat-ul-Nabi, Bareilly Publication, Lahore 2002, p. 21